

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فکرو نظر

بد پرہیزی غارت گر عافیت ہے روزہ اس کا علاج ہے

تمکین کے ہاں اس مسئلہ پر کافی بحثیں رہی ہیں کہ، گناہ اور معصیت کا ترکیب مومن رہتا ہے یا نہ؟ ائمہ اہل سنت والجماعت کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ مومن ہی رہتا ہے۔

در اصل یہ خالص علمی، کلامی اور فلسفیانہ بحثیں تھیں اور ایک خاص پس منظر میں اٹھیں اور چلتی بنیں۔ معتزلہ اور خوارج وغیرہ۔ ان بحثوں سے ملھٹن ہوئے یا نہ؟ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ، اس سے مسلمانوں کے اعمال، کردار اور افکار پر غلط اثرات ضرور نمایاں اور مرتب ہوئے۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

ایک شخص چوری کرتا ہے، اسے یہ اندیشہ نہیں رہتا کہ میرے ایمان پر بن جائے گی۔ کوئی جھوٹ بولتا ہے اس کو یہ فکر نہیں ہوتی کہ: میرا ایمان میری جان کو روٹے گا۔ ملک اور قوم یا کسی فرد سے اگر کسی نے کوئی ذریعہ کیا ہے تو وہ سٹلٹن ہوتا ہے کہ: اتنی سی بات سے بہر حال وہ کافر نہیں ہو گیا۔

کسی پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا ہے تو وہ اپنے ضمیر کو مختلف حیلوں اور بہانوں سے دلا سے دے دے کر اس کی غفلت سے نجات پانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

مسجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے بعد اگر وہ کسی نمازی کا جو تپا چرا لیتا ہے یا اس کی گھڑی وغیرہ غائب کر لیتا ہے تو اس کو اپنی نماز کے ضیاع کا خوف نہیں ہوتا۔

حج پر جا کر اگر بھارت یا اسرائیل کی طرف سے برادر مسلم ممالک کی جاسوسی کا خانہ ساز فریضہ انجام دیتا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے دل پر بوجھ نہیں آتا۔

بھنگ، چرس، افیون جیسی مہلک چیزیں اگر پی لیتا ہے تو ان کے انجام سے بھی سبکدوش ہو جاتا ہے۔

شراب و کباب کا اگر کوئی دور چلا ہے تو سمجھتے ہیں کہ سب خیر ہے۔ صرف یہ نہیں کہ ایمان کا کچھ نہیں بگڑا بلکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ اس کی امامت اور قیادت کی آئینی حیثیت میں بھی کچھ فرق نہیں آیا۔

سوشلزم یا امپریلیزم سے اگر ان کو کوئی ناٹے جوڑنے کا خیال آیا ہے تو ایمان سے پوچھنے کی انھوں نے کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔

بخی اغراض، وہ اقتدار ہو یا کوئی کاروبار، ان کی راہ میں اگر کوئی بے راہ ہو جاتا ہے تو ان کو یہ اندیشہ نہیں ہوتا کہ اللہ اور اس کا رسول ناراض ہو جائے گا۔

زکوٰۃ دینے والا چونکہ زکوٰۃ بھی دے رہا ہے، اس سے اسے اس امر کی فکر نہیں ہوتی کہ یہ کمائی رشوت کی ہے یا چھوٹی تجارت کی ہے۔

روزہ رکھنا ہے تو اب اس سے چھوٹ بول ہو جائے یا کوئی ناجائز دھندا، کسی کا لگہ ہو جائے یا بے جا زیادتی، وہ سمجھتا ہے کہ اتنی سی بات سے کیا فرق پڑتا ہے۔ سب خیر ہے۔

اقتدار ہاتھ لگا ہے یا کوئی معیاری انفری، اب اگر وہ خدا بن کر خلق خدا کا استحصال کرتا ہے تو اس کی بلا سے، وہ سمجھتا ہے کہ بڑے خدا کے ہوتے ہوئے، ہمارے چھوٹے موٹے خدا بن جانے سے خدا کا کیا بگڑتا ہے اور ایمان کا کیا جاتا ہے؟

معصیت کے ارتکاب سے گواہ ایک مسلم کا فر نہیں ہو جاتا لیکن یہ بھی ایک سٹے شدہ بات ہے کہ جس طرح صغیرہ گناہ، بار بار کرنے سے صغیرہ نہیں رہتا، اسی طرح کبیرہ گناہ بھی بہ اصرار اور بہ تکرار کرنے سے ”کبیرہ“ نہیں رہتا بلکہ یہ ایک ایسی بلا بن جاتا ہے جس سے کفریات کی راہ ہموار ہوتی ہے کفر سے وحشت گھٹ جاتی ہے اور انسان کے مومنانہ خاتمہ کا مستقبل خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ اس لیے صرف اس فارمولے پر نہ چھولے رہیں کہ گناہ، گناہ ہوتا ہے۔ کفر نہیں ہو جاتا۔ کفر نہیں ہوتا تو کفر سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں رہ جاتا۔

الغرض خنات کے ساتھ سیئات، نیکی کے ساتھ بدی، خیر کے ساتھ شر، عبودیت کے ساتھ طغیان، غلامی کے ساتھ سرکشی، اور حق کے ساتھ باطل کی آمیزش، مفاہمت، ٹانگے اور برداشت کی سکت وہ خطرناک بدرہمیزی ہے جس نے روحانی دواؤں کو نہ صرف بے اثر کر کے امراض میں غفلت پیدا کر دی ہے بلکہ خنات اور دینی حکام حیات کی ناکامی کا بلا جواز ڈھنڈورا بھی پیٹا ہے۔

قرآن میمنہ نے اس جاہلیت اور بھیدی ذہنیت کا یوں ذکر کیا ہے، قوم شعیب کے ذکر

میں فرمایا،

قَالُوا اَلَيْحَيْبٍ اَسْلَوْنَكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّسْمُرَكَ مِثْلَ عِصْمِ ابْنِ اَدَاثٍ
تَفْعَلْ فِيْ اُمُوْلِنَا مَا نَشَاءُ (دہلہ - ہودع)

”وہ کہنے لگے کہ: اے شیب! کیا تمہاری نافرمانی سے تم سے نفرت نہ کرتی ہے کہ جن کو ہمارے آیا و اجلا بد جتے آئے ہم ان کو چھوڑ بیٹھیں یا اپنے مالوں میں جس طرح (کا تصرف کرنا) چاہیں نہ کریں۔“

اصل میں وہ اس خیال میں مگن تھے کہ نازیں بھی پڑھیں اور اپنی مرضی کے کام بھی کریں بھلی چھٹی ہے۔ اس لیے انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ: نافرمانی کی سچی غلامی کا مظہر ہے، اس کا تقاضا ہے کہ: زندگی کے دوسرے شعبوں میں بھی اس کی مرضی کو ملحوظ رکھیں، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

کچھ لوگ بعض سماجی خدمات اور کچھ دوسرے نیکی کے کام کر کے سمجھ لیتے تھے کہ بس میدان رہ گیا، اس لیے جو جو حقائق کرتے ان کی وجہ سے ان کو تشویش نہیں ہوتی تھی۔ اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا:

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْعَاجِّ وِعِمَارَةَ الْحَجِّ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوُوْنَ عِنْدَ اللّٰهِ (دہلہ - توبہ ع)

”کیا تم لوگوں نے حاجیوں کے پانی پلانے اور (ادب کی حرمت والی مسجد) خانہ کعبہ کے آباد رکھنے کو اس شخص (کی خدمات) جیسا سمجھ لیا جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا ہے، اللہ کے نزدیک تو یہ (سب) برابر نہیں۔“

مطلب یہ کہ تمہاری یہ خدمات تمہاری دوسری حماقتوں کا عوض نہیں ہو سکتیں، اور نہ تمہاری نجات کے لیے یہ کافی ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ کارِ خیر، کارِ بد کی آمیزش سے پاک نہیں ہیں۔

ایک اور مقام پر ان کی اس خوش فہمی کا بھی ذکر کیا ہے کہ کارِ بد کر کے یہ ڈھینگیں بھی مارتے تھے کہ: ہمارے یہ گناہ معاف ہو ہی جائیں گے۔ ملاحظہ ہو پارہ ۹ - اعراف ع

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوْا مِثْلَ مَا كَتَبَ يٰۤاَخْدُوْتُ عَذٰبَ هٰذَا الْاَوْفٰى
وَيَقُوْلُوْنَ سَيُعَذِّبُنَا

”پھر ان کے بعد ایسے خالف (ان کے) جانشین ہوئے کہ وہ کتاب کے وارث بنے مگر بطور رشوت اس دنیا کے دلوں کی (کوئی) چیز (ملے تو) لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ گناہ تو ہمارا معاف ہو ہی جائے گا۔“

یہ خوش فہمی اس لیے پیدا ہو گئی تھی کہ، ان کے نزدیک نیکی کے ساتھ بدی کوئی گز نہیں پہنچاتی کیونکہ وہ معاف ہو ہی جاتی ہے۔ بہر حال حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (پ - بقوہ ع)

”حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ نہ کرو“

دینی احکام پر عمل کرنے کے باوجود نیکی رنگ نہیں لارہی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نیکی بے داغ نہیں رہتی، دودھ کے ٹکے میں گندگی تھوڑی سی بھی دودھ کو ناکارہ کر دیتی ہے۔ پھر یہ نیکیاں کیے رنگ لائیں، جب ان کے ہمراہ بدی کی فرمانروائی بھی جاری رہے۔ یہ بد پرہیزی روحانی علاج کے راستے میں حائل ہو رہی ہے، دنیا میں ایسا کوئی بیمار نہیں ہوتا جس کے لیے ڈاکٹر مناسب پرہیز کی سفارش نہ کریں۔ ایسا بھی کوئی مریض دیکھنے میں نہیں آیا جس کو بد پرہیزی نے کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو بالکل یہی کیفیت اسلامی اعمال کی ہے کہ: مسلمان نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ، اور دو ظائف اور دوسرے کاریگر کے ممکن ثمرات اور نتائج حنہ سے پھنکار نہیں ہو رہا، کیونکہ ان نیکیوں کے ساتھ ساتھ بدیوں سے بھی اس کے ناطے خاصے استوار ہیں، بلکہ برائیوں کے سلسلے میں جس انہماک، شغف وارتگی، وابستہ اور خلوص کا نذرانہ لادینی اعمال اور امور کے بارے میں اس نے پیش کیا ہے۔ اس کے ہزاروں حصے کا بھی یہاں سراغ اور اتہ پتہ نہیں ملتا۔ ان حالات میں متعلقہ برکات، مکارم اور رحمتوں کا ظہور ہونو کیسے؟ بہر حال دوائی کھانا مشکل نہیں۔ جس قدر اس سلسلے کا پرہیز کم ہوتا ہے۔ اسلام کی نگاہ سے انسان کی یہ کمزوری پوشیدہ نہیں تھی اور نہ ہی اسلام اس کو نظر انداز کر کے اپنے تشخیص کردہ طرز حیات سے مطلوب مومن کی کشید کے لیے ابن آدم کو مکلف بنا سکتا تھا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے پرہیز کے لیے ایک خاص کورس تجویز فرمایا۔ اگر ایک انسان صدق دل سے اس کورس کی تکمیل کر لیتا ہے تو یقین کیجیے! اس سے ابن آدم میں اتنی سکت پیدا ہو سکتی ہے کہ اگر وہ بد پرہیزی سے بچنا چاہے تو اس کے لیے ایسا کرنا نہ صرف آسان ہو گا بلکہ اس سے اس کو ایک گونہ سکون بھی نصیب ہو گا۔

پرہیز کے لیے وہ خاص کورس مومنین ”ہے۔ عربی میں صوم کے لغوی معنی: کسی کام سے رک جانے اور اس سے باز رہنے کے ہیں۔ اہم راغب لکھتے ہیں:

الصوم فی الاصل الامساك عن الفعل (مفردات)

شرع میں اس کے معنی صبح سے شام تک کھانے پینے، جنسی وظائف اور نامناسب کاموں سے

سے رک جانے کے ہیں۔

وَقِي الشَّرْعُ مَالِكُ الْمُكَلَّفِ بِالنِّيَّةِ عَنْ تَنَاوُلِ الْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ وَالِاسْتِمْنَاءِ
وَالِاسْتِقْمَانِ الْعِجَالِ الْمَغْرِبِ (مغروحات)
حضور کا ارشاد ہے و

مَنْ نَكَمَ يَدْعُ قَوْلَ الزُّورِ وَالْمَكَمَلُ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ
طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ (رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ)

دُور سے مراد ہر وہ چیز ہے جو حق سے مختلف ہو۔ جھوٹ، باطل اور بے سود بات، سب کو
زور کہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے جو شخص حق کا حامل ہے، باطل سے اس کے یارنے، اس کے لیے سخت
مہلک ہیں، ایسے شخص کی ساری کمائی ضائع ہو جاتی ہے۔ محنت رائیگاں جاتی ہے اور اس کے مستقبل
کو مزید بوجھل بنا کر رکھ دیتی ہے۔

لغت اور حدیث کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے
”بد پرہیزی“ جیسی ٹھوٹے بد سے ناپے توڑنے کے لیے ایک اسلامی کورس ہے۔

اس پرہیز کے تین درجے مقرر کیے گئے ہیں۔ امام محمد بن عثمان بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے عین العلم
میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ادنیٰ درجہ اور کم از کم مرتبہ پرہیز کا یہ ہے کہ (دن بھر) وہ کھانے پینے اور جنسی عمل سے
باز رہے۔

وَادْنِی دَتَبْتَهُ الْكَفَّ عَنْ الشَّهْوَتَيْنِ وَهُوَ مَنَاطُ الْجَوَازِ ۱۲۵

دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء کو گناہوں سے باز رکھے۔

ثُمَّ الْكَفَّ الْجَوَارِحَ عَنْ الْأَثَمِ وَهُوَ مَنَاطُ الْقَبُولِ ۱۲۶

سب سے اعلیٰ اور اونچا مرتبہ یہ ہے کہ انسان نفس کو ماسوی اللہ (کی غلامی) سے بھی
روک دے اور باز رکھے اور بالکل امید و بیم کے عالم میں رہے۔

ثُمَّ كَفَّ النَّفْسَ عَمَّا سِوَاةِ تَعَالَى ... وَحَقَّقَانَ لِحَافِ الرَّدْوِ وَجَوَابِ الْقَبُولِ

(عین العلم ص ۱۲۴-۱۲۵)

روزے کا یہ وہ اونچا مقام ہے کہ جو خوش قسمت صلحا اس مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔
ان کے روزہ رکھنے اور چھوڑنے کے انداز بھی بدل جاتے ہیں، وہ اب اگر ماسوی اللہ پر توجہ مرکوز

اور اس دلچسپی کا ارتکاب کرے گا تو وہ اسے اپنے حق میں یہ تصور کرے گا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ عین العلم کے مندرجہ بالا مقام کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
توضیحہ ان بصوم قلبہ عن الہم الانیئۃ والافکار الدنیویۃ ویکف عن سوی اللہ تعالیٰ بالکلیۃ ویحصل الفطر فی ہذا الصوم بالغر فی غیر صفات اللہ تعالیٰ وایاتہ و مصنوعاتہ وایومہ الآخرہ و مقاماتہ و بالفکر فی اموال دنیا و شہواتہ و لہواتہ الادنیۃ ترا دلدین ضروریاتہ فان ذلک زاد الاخذۃ و مقدماتہ حتی قال ادیاب القلوب من تحرکت ہمتہ بالتصوف فی ظہارہ بتدبیر ما یستعمل فی اخطا و کتب علیہ خطیئہ من اذاریہ فان ذلک من قلة الوثوق بفضل اللہ و کرمہ و قلة الیقین بذمہ و وعدہ (شرح عین العلم للملا علی قاری)

گو یہ بہت بڑا اونچا مقام ہے، جس پر صرف علیؑ امت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی پورے اتر سکتے ہیں۔ تاہم یہ بھی پرہیز کی ایک اونچی سطح ہے جو شخص اتنی اونچی پرواز کی سکت اور توفیق پاتا ہے اس کو اس میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔

مدیث میں آیا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

”کیونکہ وہ (روزہ) میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“

”میرے لیے ہے“ کے جملے میں یہی ”سزا اور راز“ پوشیدہ ہے کہ اس نے محض خدا جوئی، خدا یا بی اور رضا کے لیے ”ما سوی اللہ“ کی ہر اس چیز سے ایک حد تک ناطے توڑ لیے جو کسی بھی درجہ میں ”سیر الی اللہ“ جیسے پاکیزہ سفر کو بوجھل بنا سکتی ہے۔ ظاہر ہے یہ اس پرہیز کی وہ معراج بری ہے جس پر انسان فائز ہو کر ملائکہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ جہاں روزے دار نے محض میرے لیے ان تمام ”عجایات“ کو کچھا پڑا لیا، جو میرے راستہ میں حائل ہو سکتے تھے تو اب میں ان کو بلا واسطہ کیوں نہ نوازوں؟

قرآن حکیم نے بھی ماہ رمضان کے روزے کی غایت یہی پرہیز بتائی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (پ۔ بقرہ ۲۳)

مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کیے گئے تھے تم پر بھی فرض کر دیے گئے

ہیں تاکہ تم پر ہیز گاری کو رو

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں۔

یعنی روزے سے سلیقہ آ جاوے گی روکنے کا تو ہر جگہ روک سکو۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر ہیز اور روکنے کے کچھ نمونے بھی ذکر فرمائے ہیں جن میں تقریباً تقریباً اصولی باتیں سب آ جاتی ہیں۔

سب سے پہلے آپ نے روزے کی ماہیت اور حقیقت بیان فرمائی کہ:

روزہ صرف کھانے پینے سے باز رہنے کا نام نہیں بلکہ صبح روزہ لغو اور رفت سے روکنے کا نام ہے

لَيْسَ الصَّيَامُ مِنَ الْأَكْلِ وَالشَّرْبِ إِنَّمَا الصَّيَامُ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ (مواد افطمان) ۲۱۵

لغو سے مراد، ہر وہ بات ہے جو دینی مال کے اعتبار سے بے فائدہ اور لا حاصل ہو۔
رفت سے مراد بازاری گفتگو اور بات چیت ہے۔

فرمایا: جس دن تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو اسے بازاری گفتگو کلام اور چلانی اور شور سے پرہیز کرنا چاہیے، اگر کوئی شخص تم سے گالی گلوچ اور لڑائی بھگڑے یا اتر آئے تو تم جواب میں صرف اتنا کہو کہ: بھئی! میں روزے سے ہوں! حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

إِذَا كَانَ يَوْمٌ مِمَّا أَحَدُكُمْ فَلَا يَرْفَثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنَّ سَابِقَةَ أَحَدٍ أَفَاتَلَهُ فَلْيَقْتُلْهُ (بخاری مشہور) ۲۵۵

مسلم شریف میں ولا یصخب کے بجائے ”وَلَا يَجْهَلُ“ بھی آیا ہے، یعنی جہالت نہ کرے، جہل سے مراد ایسی حرکت ہے جو نہیدگی، آدمیت، ہوش اور مناسب رویے کے خلاف ہو۔

إِذَا صَبَحَ أَحَدُكُمْ يَوْمًا صَائِمًا فَلَا يَرْفَثْ وَلَا يَجْهَلُ الْحَدِيثُ (مسلم مشہور) ۳۶۳

اہم نو دی فرماتے ہیں:

والجہل قریب من الرفث وهو خلاف الحکمة وخلاف الصواب من القول والفعل (شرح مسلم مشہور) ۳۶۳

آپ نے فرمایا: روزہ اس وقت تک ڈھال کا کام دیتا ہے جب تک کوئی اس کی دھیلائی نہ لکھیں۔ یعنی گلہ اور جھوٹ نہ بکے۔

الصيام حجة ما لم يخترها رذالة النساء (۲۵۳) قال الدادمي: يعني بالغيبة (دادمی) ۵

رواہ الطبرانی فی الادسط من حدیث ابی ہریرۃ وزاد: قیل وبسم لیخوقھا قال
بکذب ابوغیبہ والترغیب والترہیب للنذریؒ ۲۱۹ جمع ہند

دو خواتین روزہ رکھ کر مرنے والی ہو گئیں حضور کو بتایا گیا تو آپ نے ان کو بلوایا اور ایک ایک
سے فرمایا کہ تم کسے، چنانچہ ان کی تہ میں پیپ، خون، گوشت اور خون ملی ہوئی پیپ نکلی، آپ
نے فرمایا کہ انھوں نے حلال چیز سے روزہ رکھ لیا تھا مگر حرام چیز سے کھول لیا تھا یعنی لوگوں کے گلے کیے تھے۔
فقات قیوم ودمر وصدید و لحم عبیط وغیرہ حتی ملأت القدر ثم قال ان
ہاتین صامتا عما احل اللہ لہما و افطرتا علی ما حرم اللہ علیہما جلست احدا لہما الی
الآخری فجعلتا تکلان من لحم الناس رواہ احمد، الترغیب والمنزہیبؒ ۲۱۹
الغرض: ماہ رمضان کے روزے سے جہاں اور بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں وہاں اصولی طور
پر ان سے غرض مناسب پرہیز کی سکت پیدا کرنا ہے تاکہ انسان کتاب و سنت کے احکام اور
شرائع کو اختیار کر کے بوجہ بد پرہیزی جیتی ہوئی بازی مار نہ دے کیونکہ بد پرہیزی کی موجودگی میں
دوا کام نہیں دیتی۔ بسا اوقات اس کو تاہی کی وجہ سے مرض اور خطرناک لائنوں پر پڑ جاتا ہے
اور قوت بخش اور پاکیزہ غذا گندگی کے چند پھینٹوں کی وجہ سے نہ صرف بیکار ہو جاتی ہے بعض
اوقات متعفن بھی ہو جاتی ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ کتاب و سنت کے اعمال اور سنون طرز حیات رنگ لائیں اور یہ
اکسیریں مٹی کی حقیر ڈھیری بن کر حسرت و حرام کی موجب نہ بنیں تو پھر ضروری ہے کہ آپ بد پرہیزی
ترک کر دیں، نیکی کے ساتھ بدی کا ارتکاب نہ کریں۔ ماہ رمضان کے روزے اس جوہر کی
تخلیق کے لیے اپنی خدمات آپ کو پیش کرنے لگے ہیں، اس کو غنیمت تصور کریں۔ ”وکن،
باز رہنا اور پرہیز کرنا“ روزے کی سوغات ہیں، اس میدان میں راسخ ہو کر نکلیں، ماسوی اللہ
کے غلط چروں سے اپنے دین و ایمان کو محفوظ کر لیں۔

انسان کو جو چیز بدی کی طرف زیادہ مائل کرتی ہے۔ وہ نفس امارہ کا فتنہ ہے۔ مگر یہ
ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بھوک و پیاس اور قدم قدم پر اس کو لگام دینے سے، اس کی مزاحمت
کم ہو جاتی ہے، زور گھٹ جاتا ہے، سرکشی میں فرق پڑ جاتا ہے اس لیے اب اگر انسان کامیاب
پرہیز کی توفیق سے ہم کنار ہوتا چاہتا ہے تو روزوں کا دامن تھام لے۔
اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔